Al-Qawārīr - Vol: 05, Issue: 04,
Jul – Sep 2024

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

صحابیاتؓ کا اسلوبِ دعوت اور پاکستانی خواتین کی کردار سازی: ایک جائزہ

An analysis of the Approach of Dawah by Sahabiyat and the Character Development of Pakistani Women

Nafees Ur Rehman
Mphil, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology, Mirpur Azad Kashmir. Hafiznafees023@gmail.com
Shakeel Ahmed
Mphil, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology, Mirpur Azad Kashmir. Sshakeelahmed027@gmail.com
Abdullah Sagheer Aasi
PhD Scholar, Dapartment of Islamic Thought, History and Culture, AIOU, Islamabad. abdullahsagheeraasi7@gmail.com

ABSTRACT

The primary objective of Islam was to guide the entire world to a unified path. For this reason, it conveyed a message of equality to all through its teachings, commands, and laws, which transformed religion, morality, civilization, and politics. This new spirit, which Islam regards as its foremost duty, is intended to uplift all of humanity. Since the Holy Qur'an addresses both men and women, every individual in the Ummah, regardless of gender, is a supplicant to Allah. Thus, both men and women share this responsibility. It would be wrong to assume that this is solely the duty of men, and women are exempt from it. Just as it is incorrect for men to ignore this duty, it is equally wrong for women to do so. Women are equal partners with men in the responsibility of spreading the divine commandments. This is evident in the way the Companions of the Prophet (SAW) carried out the duty of conveying God's commands through da'wah and preaching. Similarly, the Mothers of the Believers (RA) and other sahabiyat also made remarkable contributions in this regard. This article will briefly review their efforts and discuss how women today, particularly in Pakistan, can benefit from the scholarly and da'wah services of the Companions. By doing so, Pakistani women can build their character and personality, and contribute to creating an ideal society as da'iyas.

Keywords: *Islam, Teachings, Sahabiyat, Women of Pakistan, Ideal society, Responsibility, Personality, Services, Da'iya*

تعارف موضوع

در حقیقت، دعوت کے کامیاب نفاذ کے لیے دو بنیادی کردار ہوتے ہیں: ایک داعی یا داعیہ اور دوسرا مخاطب۔ تاہم، دعوت کی کامیابی کا انحصار بیشتر داعی کی ذات پر ہوتا ہے، کیونکہ چاہے دعوت کا پیغام کتنا ہی طاقتور اور دلکش ہو، اگر داعی کا طریقہ کار غیر موثر ہو اور وہ مدعو کو حالات کے مطابق مناسب اسلوب اختیار کر کے بات سمجھانے میں ناکام ہو، تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے۔ چونکہ قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ و صحابیاتؓ ہیں، اس لیے قرآن نے رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو دعوت کے اسالیب اور طریقوں کی تعلیم دی تاکہ وہ اس الٰہی پیغام کو نہ صرف لوگوں تک بہتر انداز میں پہنچا سکیں، بلکہ اسے سمجھانے میں بھی کامیاب ہو سکیں۔ اس طرح، دعوت کا اثر نہ صرف برپا ہوا بلکہ وہ لوگوں کے دلوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی، جو کہ اس کے مقصد کی تکمیل کا اہم حصہ تھا۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ایک داعیِ اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت کے فریضے کو ادا کرتے ہوئے ان اصولوں سے کبھی بھی انحراف نہیں کیا اور اسی طرح آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ و صحابیاتؓ کے دعوتی کردار میں بھی انہی اصولوں کا غلبہ نظر آتا ہے۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار ایک داعی کا ہے۔ داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا عالم ہو گا، اس قدر اس کی دعوت مؤثر ہو گی، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مؤثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ ﷺ کا ذاتی کردار تھا اور دوسری وجہ آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، قلبی میلانات ورجحانات اور ان کے خاندانی و علاقائی پس منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی صحابیاتؓ بھی دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور طرز عمل کو پیش نظر رکھتی تھیں، انہوں نے دعوت و تبلیغ کے اس منصب کو احسن انداز سے نبھایا اور جس طرح انسانی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت دی، اس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ عصر حاضر میں چونکہ دعوت دین کا کام اپنے زور و شور پر ہے، جس طرح مرد حضرات دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں، اسی طرح خواتین بھی اس میدان میں پیش پیش ہیں لیکن موجودہ دور میں دعوت و تبلیغ کا طریقہ کار جس پر صحابیاتؓ کاربند تھیں، اس کا کافی حد تک فقدان نظر آتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابیاتؓ کا وہ اسلوب جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا کہ مخاطب کی ذہنی سطح اور نفسیاتی پہلو کو سامنے رکھ کر اس سے گفتگو کی جائے، بہت سی

عصر حاضر کی داعیہ اس سے نا آشنا ہیں۔ موجودہ دور میں دعوتِ دین کے وہی آداب و اصول کارگر ثابت ہوں گے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے اختیار کیے۔

مبحثِ اول: صحابیات کے اسالیبِ دعوت

صحابیاتؓ کے اسی اسلوبِ دعوت کی عصر حاضر میں کیسے تطبیق کی جائے اور انسانی نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت دینے کا کیا لائحہ عمل بنایا جائے کہ دعوت مخاطب کے دل میں اثر انداز ہو جائے، اس سلسلے میں چند اسالیب ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں جن کو اپنا کر ہماری خواتین ان تمام تر خوبیوں کو جان سکتی ہیں جو ایک بہترین داعیہ میں ہونا بہت ضروری ہیں اور جن کے بغیر وہ اپنے دعوت کے اہداف کو پوری طرح حاصل نہیں کر سکتیں، صحابیاتؓ کی زندگی انہی خوبیوں سے بھری پڑی تھی، یہی وجہ تھی کہ اسلام کی تبلیغ میں وہ بھی مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔ ان اسالیب میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1. تدریج کے اصول کو مد نظر رکھنا

عصر حاضر کی داعیات کا فرض ہے کہ دعوتِ دین میں اصولِ تدریج کا پہلو سامنے رکھیں۔ تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی ایک ہی بار میں شریعت کے تمام احکامات کو بیان نہ کر دے کہ سامع کے لئے ان کو سننا اور سمجھنا ناممکن ہو جائے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔ اگر اس نظام کو حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے بلکہ الٹا اس کا شدید نقصان ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا حضرت یوسف بن ماہک بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت عائشہؓ کے پاس موجود تھا تو ایک عراقی نے آکر سوال کیا کہ:

اي الكفن خير؟ قالت : ويحك ، وما يضرك ؟ قال : يا ام المؤمنين ، اريني مصحفك ، قالت : لم ؟ قال : لعلي اولف القرآن عليه فإنه يقرا غير مؤلف ، قالت : وما يضرك ايه قرات قبل ، إنما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل ، فيها ذكر الجنة والنار ، حتى إذا ثاب الناس إلى الإسلام نزل الحلال والحرام ، ولو نزل اول شيء لا تشربوا الخمر ، لقالوا : لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا ، لقالوا : لا ندع الزنا ابدا ، لقد نزل بمكة على محمد صلى الله عليه وسلم ، و إني لجارية العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر سورة القمر آية 46 ، وما نزلت سورة البقرة والنساء إلا و انا عنده ، قال : فاخرجت له المصحف فاملت عليه آي السورة ۔[1]

(کفن کیسا ہونا چاہئے؟ ام المؤمنین نے کہا: افسوس اس سے مطلب! کسی طرح کا بھی کفن ہو تجھے کیا نقصان ہو گا۔ پھر اس شخص نے کہا ام المؤمنین مجھے اپنے مصحف دکھا دیجئے۔ انہوں نے کہا کیوں؟ (کیا ضرورت ہے) اس نے کہا تا کہ میں بھی قرآن مجید اس ترتیب کے مطابق پڑھوں کیونکہ لوگ بغیر ترتیب کے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا پھر اس میں کیا قباحت ہے جونسی سورت تو چاہے پہلے پڑھ لے (جونسی سورت چاہے بعد میں پڑھ لے اگر اترنے کی ترتیب دیکھتا ہے) تو پہلے مفصل کی ایک سورت، اتری (اقرا باسم ربک) جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔ جب لوگوں کا دل اسلام کی طرف راغب ہو گیا (اعتقاد پختہ ہو گئے) اس کے بعد حلال و حرام کے احکام اترے، اگر کہیں شروع شروع ہی میں یہ اترتا کہ شراب نہ پینا تو لوگ کہتے ہم تو کبھی شراب پینا نہیں چھوڑیں گے۔ اگر شروع ہی میں یہ اترتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم تو زنا نہیں چھوڑیں گے اس کے بجائے مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت جب میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی یہ آیت نازل ہوئی (بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر) لیکن سورۃ البقرہ اور سورۃ نساء اس وقت نازل ہوئیں، جب میں (مدینہ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے اس عراقی کے لیے اپنا مصحف نکالا اور ہر سورت کی آیات کی تفصیل لکھوائی۔)

گو حضرت عائشہؓ کا اس انداز سے سمجھانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جس طرح اسلامی تعلیمات تدریجاً نازل ہوئی ہیں اسی طرح ایک داعی کو بھی تدریجاً اسلام کی دعوت پیش کرنی چاہیے تا کہ مخاطب تھوڑی تھوڑی چیزوں کو اچھے طریقے سے سمجھ لے اور ان پر عمل شروع کر دے۔ دعوت کے تدریجی اسلوب کی اہمیت و افادیت کا ذکر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ: دعوت و تبلیغ میں تدریج کے اصول کا لحاظ رکھا جائے تو صحیح اور درست نتائج پیدا ہوں گے، اگر اسے نظر انداز کیا جائے تو نتائج بھی حوصلہ افزا نہیں ہوں گے۔[2] شریعت اسلام نے تمام احکام کے اندر انسانی طبائع اور جذبات کی بڑی حد تک رعایت فرمائی ہے تا کہ انسان کو ان پر عمل کرتے ہوئے کسی قسم کی کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ لہذا عصر حاضر کی داعیات کے لیے ضروری ہے کہ اصول تدریج کے پہلو کو نظر انداز نہ کریں بلکہ اس کو ہر جگہ اور ہر لمحہ اسے موقع کے مطابق نافذ کریں۔

2. ترغیب و تنبیہ کے ذریعے دعوت دینا

عصر حاضر کی داعیات کے لیے لازم ہے کہ وہ دعوت میں وعدے اور وعیدوں والے مضامین کو اچھے اور سہل انداز میں بیان کریں جیسا کہ صحابیاتؓ لوگوں کو دین حق کی طرف آنے کی نا صرف ترغیب دیتیں بلکہ دین حق کی طرف نہ آنے کے برے نتائج سے بھی آگاہ کرتی تھیں۔ یہ امر اس لئے ضروری ہے کہ ترغیب و ترہیب سے مخاطب کے دل میں احکام کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پھر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے گی، کیونکہ شروع شروع میں طبیعت کے خلاف کام کرنے سے طبعیت مکدر ہوتی ہے اور طبیعت پر اس کا کرنا گراں گزرتا ہے لہذا اگر کوئی اس امر پر آمادہ کرنے والا اور ابھارنے والا ہو تو طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ورنہ طبیعت کے خلاف کوئی بھی کام بغیر لالچ یا بغیر خوف کے نہیں ہوتا، پھر عادت ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ترغیب و ترہیب ایک حیثیت سے احکام ہی میں سے ہیں۔ مثلاً جنت اور دوزخ کا مضمون عقیدہ کے درجہ میں تو احکام میں ہی داخل ہے اور عقائد میں سے ہے اور دوسری حیثیت سے ترغیب و ترہیب ہے۔ یعنی جہاں احکام سنانا اور جنت و دوزخ کا مقصد بتانا مقصود نہ ہو، وہاں ترغیب و ترہیب ہے۔[3] یعنی بیک وقت ایک داعیہ کو اپنے مخاطبین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے جبار و قہار ہونے کی صفات سے متنبہ کروانا چاہیے اور خوف اور امید کے درمیان کی ایک فضا میں دعوت کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔

3. مخاطب کی آسانی کو ترجیح دینا

عصر حاضر میں ایک داعیہ کے لیے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ وہ مخاطب کی سہولت اور آسانی کو پیش نظر رکھے، دین کو مشکل نہ بنائے، یہی دعوتی عمل اس کی قبولیت کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے ہمیشہ آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی کریم ﷺ کے اس طرز عمل کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَأْثَمْ فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ وَاللَّهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ۔[4]

(نبی ﷺ کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو اختیار کرتے، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے بہت دور رہتے، اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے کبھی اپنے ذاتی معاملے میں کسی سے بدلہ نہ لیا، البتہ (جب) اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ اللہ کے لیے ضرور انتقام لیتے تھے۔)

کیونکہ انسان فطرتاً سہولت پسند ہے اس لئے عصر حاضر کی داعیہ کا فرض ہے کہ وہ دین کو مشکلات کا مجموعہ نہ بنائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو، دین کو لوگوں کے لیے آسان بنا کر پیش کرے۔ دینی معاملات میں تشدد پسندی اور سختی سے حتی الوسع پرہیز کرے اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو جو حل سب سے آسان ہو، اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

4. مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنا

دعوت و تبلیغ کے میدان میں حکمت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔ عصر حاضر میں اس امر کی بہت ضرورت ہے کہ ایک داعی یا داعیہ مخاطب کی ذہنی استعداد کے مطابق دعوت دے، اگر داعی عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ انداز میں گفتگو شروع کر دے یا کسی صاحب علم اور دانشور شخص کو دعوت دیتے وقت گفتگو کا غیر علمی اور غیر عقلی اسلوب اختیار کرے تو اس صورت میں دعوت یقیناً غیر مؤثر ہو جاتی ہے، اس لئے داعی اور داعیہ کا فرض ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی استعداد اور کیفیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ بالکل اسی نہج پر اسی طرح ادا کرے جیسے صحابیاتؓ نے کیا۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے غارِ حرا کا واقع بیان کرتے ہوئے حضرت خدیجہؓ فرمایا:

لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي، فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ۔[5]

(مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔)

حضرت خدیجہؓ کی اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ میں دعوتِ دین کا کام کرنے کا جذبہ بڑھ گیا، ان کی حوصلہ افزائی سے یہ بھی پہلو نکلتا ہے کہ داعی در حقیقت ایک بے مثال استاد اور مربی کی طرح ہوتا ہے جو سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کے ذہنی پس منظر، اس کی استعداد اور اس کے مزاج کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔ وہ ایک بدوی اور شہری، پڑھے لکھے اور ان پڑھ اور عقل و تجربہ کے مختلف مدارج رکھنے والے انسانوں سے مختلف طریقوں اور اسالیب سے گفتگو کرتا ہے۔

5. ایجاز واختصار کا اسلوب اختیار کرنا

ایک بہترین داعی یا داعیہ کے لیے عصر حاضر میں اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دعوت کی فضول تکرار اور بے فائدہ وطویل بیان کہیں لوگوں کو دعوت کے مضامین ہی سے متنفر نہ کر دے۔ نبی ﷺ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے صحابیاتؓ بھی اپنی دعوت کو مختصراً مخاطب کے سامنے رکھتی تھیں۔ مثلاً حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی اولاد کو مختصراً نصیحت کرنا، آپؓ نے مفلسی میں زندگی بسر لی لیکن جب اللہ نے ان کی مالی حالت بہتر کر دی تو پھر کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے لگیں، بیماری کے بعد شفاء یاب ہو کر انہوں نے بہت سے غلام بھی آزاد کئے اور اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: انفقوا و تصدقوا و لا تنتظروا الفضل۔[6] (خرچ کرو، صدقہ وخیرات دو اور فروانی کا انتظار نہ کرو)۔ لہٰذا عصر حاضر کے داعی اور داعیہ کے لیے لازم ہے کہ اس کا کلام معقول اور دل کو لگنے والے دلائل ہوں۔ بلاشبہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا وصف ہے کہ جو دعوت کو مؤثر بنا سکتا ہے، انسان کی زبان، اندازِ تخاطب اور طرزِ گفتگو کا اثر اس کے مخاطب پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس لئے ایک داعی کو چاہیے کہ اپنا لہجہ میٹھا اور الفاظ نرم رکھے۔ اسی عنوان پر کلام کرتے ہوئے قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ: ''مبلغ اپنے کلام کو فصاحت و بلاغت سے آراستہ کرے، خواہ وہ حکمت سے کام لے یا موعظت اور مجادلہ کے میدان میں آئے، بہر حال بے تکلفانہ انداز سے فصاحت لسانی اس کا شعار ہونا چاہیے، تاکہ مخاطب صحیح عنوان سے صحیح مقاصد ہی اخذ کر سکے۔ اگر کلام میں پیچیدگی اور بے ترتیبی ہو گی تو مخاطب صحیح اثر قبول نہ کر سکیں گے۔''[7] یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے خطبے بھی نہایت مختصر ہوا کرتے تھے۔ بات جتنی مدلل اور مختصر ہو گی، سامع کو اسی قدر وہ متاثر کرے گی، عموماً لوگ لمبی گفتگو سے اکتا جاتے ہیں اور دعوت چاہے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو، اس کے قابل قدر اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

6. مخاطب کی ستائش یا حوصلہ افزائی کرنا

ایک داعی یا داعیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت میں سامعین کی تعریف یا حوصلہ افزائی کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھے البتہ اس سلسلے میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مناسب حد تک تعریف یا حوصلہ افزائی سامع کو فطری طور پر پسند آجاتی ہے اور وہ گفتگو میں غیر ارادی طور پر دلچسپی لیتا ہے، صحابیاتؓ کی سیرت سے بھی یہ اسلوبِ دعوت نظر آتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب لوگ دور دراز سے صحابیاتؓ کی خدمت میں طلب علم، مسائل دینیہ کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آتے تو وہ نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتی تھیں۔ جیسا کہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک آپؓ سے مسئلہ پوچھنے میں حیا اور شرم مانع ہوئی تو آپؓ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: لا تستحي أن تسألني أما كنت سائلا عنه أمك التي ولدتك فانما أنا أمك۔[8] (تو اس بات کو پوچھنے میں شرم نہ کر جو تو اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتا ہے جس نے تجھے جنا ہے، میں بھی تو تیری ماں ہوں۔) اگر حضرت عائشہؓ کی طرح آج کی داعیہ بھی مخاطب کی حوصلہ افزائی کرے گی تو مخاطب میں یہ ہمت پیدا ہو جائے گی کہ وہ دین کی بات کو سن بھی سکے اور پھر اس پر عمل بھی کر سکے۔

مبحثِ دوم: صحابیات کے اسالیبِ دعوت کی روشنی میں پاکستانی خواتین کی کردار سازی

عصرِ حاضر میں پاکستان کی خواتین اور بالخصوص داعیات کے لئے دعوت کے میدان میں بھی صحابیاتؓ کی زندگی عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ بنیادی طور پر ہم اگر آج کے ماڈرن اور جدید ترقی یافتہ دور کی بات کریں تو وقت کے تقاضے بدلنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے معیارِ زندگی بھی بدل گئے ہیں، اب لوگ سوشل میڈیا کی زندگی میں رہتے ہیں لہٰذا داعیات کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس علمی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے جدید دور کے تقاضوں سے اچھی طرح باخبر ہوں اور ان تمام وسائل اور ذرائع کو اچھی طرح جان لیں جو اس دعوت کے میدان میں ان کے لئے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

1. دعوت کے مختلف وسائل و ذرائع

عمومی طور پر دعوت و تبلیغ کے تین وسائل و ذرائع بیان کئے جاتے ہیں۔

i۔ زبانی تبلیغ

ii۔ تحریری تبلیغ

iii۔ عملی تبلیغ

اسی بات کو ذرا مختلف انداز میں ڈاکٹر عبد الکریم زیدان یوں بیان کرتے ہیں کہ:

تبليغ الدعوة إلى الله تكون بالقول و بالعمل وبسيرة الداعي التي تجعله قدوة حسنه لغيره فتجذهم إلى الإسلام۔[9]

یعنی دعوت الی اللہ زبان کے ذریعے سے ہو، عمل کے ذریعے سے ہو اور داعی مخلصین کی اعلیٰ سیرت وکردار کے ذریعے ہو۔

i. زبانی تبلیغ

زبانی تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، ان کو وعظ و نصیحت کرنا، ان کی اصلاح کرنا، ان پر مناسب موقع پر نکیر کرنا وغیرہ، یہ زبانی تبلیغ ہے۔ دعوت و تبلیغ میں قولی اور زبانی دعوت کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی اپنی امتوں کو احکام الٰہی زبانی طور پر پہنچائے۔ اس ضمن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کچھ اس طرح فرمایا کہ: کہنے کا بھی طریقہ ہوتا ہے، کہنا کبھی صراحتہً ہوتا ہے اور کسی تدبیر سے موقع محل کا خیال کرنا چاہیے، یادرکھو نصیحت میں سختی ہرگز نہ کرو، لطافت اور نرمی سے کہو اور اگر ممکن ہو تو زبان سے کہہ کر اپنی بات سناؤ اور بعض اوقات کچھ نہ کہنے کا بھی اثر ہوتا ہے، جہاں جو طریقہ مناسب ہو، اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔[10] البتہ ایک داعی یا داعیہ کے لئے زبانی تبلیغ میں چند امور کو مدِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ بجائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ وہ امور درج ذیل ہیں:

- **زبان کی حفاظت کرنا**

عام طور ہر دیکھا جاتا ہے کہ زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے اختلاف و نزاع پیدا ہوتا ہے، اگر کوئی داعی یا داعیہ معمولی سی توجہ بھی اس طرف دے تو کبھی بھی اختلاف کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ اتَّقِ اللَّهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنْ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنْ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔[11]

(انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: تو ہمارے سلسلے میں اللہ سے ڈر اس لیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک داعی یا داعیہ کے لئے زبان کی حفاظت کا اہتمام کرنا کس قدر ضروری ہے۔

- **بلا تحقیق گفتگو نہ کرنا**

عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ ایک داعی یا داعیہ کسی کے بارے میں سنی سنائی بات پر عمل درآمد کر لیتے ہیں، اس سے بد گمان ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ دوسروں سے بھی اس کو بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے باہم نزاع و لڑائی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ بلا تحقیق گفتگو کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اسی طرح ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کلام بہتان تراشی اور لعن طعن پر مشتمل نہ ہو بلکہ اس کی زبان آسان فہم اور قرآن و سنت سے مزین ہو، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[12]

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، (۳) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔)

اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی ایسے شخص کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے کہ جو سنی سنائی بات کو بلا تحقیق آگے بیان کر دے، اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: کفی بالمرء کذبا، ان یحدث بکل ما سمع۔[13] (آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو سنے اس کو بیان کرے۔) لہذا یہاں سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ بلا تحقیق گفتگو کرنا قرآن و حدیث کی روشنی میں بذات خود ایک بہت بڑا گناہ ہے لہذا ایک داعی یا داعیہ کو دوران تبلیغ اس سے بچنا چاہیے، تاکہ اس کی بات مؤثر ہو سکے۔ ویسے بھی عام مشاہدہ ہے کہ جب کسی شخص کے بارے میں یہ بات عام ہو جائے کہ اس کی بات کی سند مضبوط نہیں ہوتی یا یہ کہ یہ شخص جھوٹ بھی بولتا ہے تو اس کے بعد معاشرے میں اس شخص کی اپنی شخصیت متنازعہ ہو جاتی ہے۔

ii. تحریری تبلیغ

قلم و تحریر اور صحافت کے ذریعے تبلیغ، دعوت الی اللہ کی ایک تحریری قسم ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً خطوط، رسائل، کتابیں وغیرہ۔ آج کل دنیا میں کتابوں کی کمی نہیں ہے، ہر گھر میں بلکہ ایک چھوٹے سے مکتب میں بھی کتابوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ کتاب اور چھپائی کی حیرت انگیز ایجاد نے کتابت کی صنعت کو مزید ترقی دی، آج کی دنیا ایک

ترقی یافتہ دنیا ہے، روزانہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں کتابیں چھپتی ہیں، موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے دو چیزیں داعیانِ حق کے لئے نہایت اہم ہیں:

1. موجود وسائل وذرائع کو بہتر ڈھنگ سے استعمال کریں، جن کے ذریعہ ہم مخاطبین کی شخصیت کی تعمیر کر سکیں اور نئی نسل کی بہتر تربیت کر سکیں۔
2. کتابوں کے اس بازار میں جو ظاہری خامیاں ہیں، ان کی اصلاح کریں۔

تحریری دعوت کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

● دعوت بذریعہ خطوط اور رسائل

خطوط ورسائل دعوت وتبلیغ کا نہایت ہی مؤثر طریقہ ہے۔ رسالہ کبھی تو کسی متعین موضوع پر ایک کتابچہ ہوتا ہے اور کبھی ایک شخص دوسرے کو خطاب کر کے کچھ لکھتا ہے، جس کو خط سے تعبیر کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی از خود دعوت الی اللہ کے سلسلے میں خطوط ورسائل سے مدد لی ہے، آپ ﷺ نے دنیا کے مختلف بااثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے اور تبلیغِ حق کا فریضہ انجام دیا۔لہذا ایک داعی یا داعیہ خطوط و رسائل کے ذریعے دعوت کا کام سر انجام دے سکتے ہیں۔ خود صحابیاتؓ کی سیرت سے بھی یہ اسلوب ہمیں ملتا ہے۔ اس ضمن میں اماں عائشہ صدیقہؓ کا وہ خط مشہور ہے جو انہوں نے سیدنا امیر معاویہؓ کو نصیحت طلب کرنے پر لکھا تھا۔ اسی طرح آج کل بعض مدارس یا یونیورسٹیز ماہانہ سطح پر مختلف دعوتی عنوانات کے تحت رسائل کا اجراء بھی کرتے ہیں، لہذا داعیات کو چاہیے کہ وہ بھی اس میدان میں خلوصِ نیت کے ساتھ ایسے رسائل کا اجراء کریں جو بالخصوص خواتین کے معاملات سے متعلق ہوں۔

● دعوت بذریعہ تصنیف وتالیف

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی موضوعات پر مشتمل تحریکی و دعوتی کتب کا جو خلاء ہے، اس کا پُر ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ میدان وسیع اور کھلا ہوا ہے، ضرورت صرف صبر اور احتیاط کی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم دین میں گہری بصیرت حاصل کریں۔ کسی موضوع پر لکھتے ہوئے اس بات کی کوشش کی جائے کہ ہم اس میں ایسا مواد اکٹھا کریں جو اس سے پہلے کسی اور نے نہ کیا ہو اور اسی طرح اپنی تحریر یا کتاب کو منظر عام پر لانے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے علماء و محققین کے نقطہ ہائے جان

لیں تاکہ اس کتاب کو اہلِ علم حضرات کی جانب سے تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ ایسا مواد اکٹھا کیا جائے جو دعوتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں معاون ثابت ہو۔

اس ضمن میں سید قطب شہیدؒ تحریر کرتے ہیں:

قلم و تحریر کے ذریعے دعوت کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً داعی جن کو دعوت حق دینا چاہتا ہے انہیں خطوط لکھے، کتابیں اور مضامین تحریر کرے، دعوتی مقالات تحریر کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ان تحریروں کی زبان سہل ہو اور لوگ ان کو بخوبی سمجھ سکیں۔[14]

لہذا عصر حاضر کے داعی یا داعیہ کو چاہیے کہ وہ میدانِ دعوت میں ان باتوں کا خصوصی خیال رکھے۔

- **دعوت بذریعہ صحافت**

فن صحافت کی اہمیت میں عالمی پیمانے پر دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، خصوصاً وہ ممالک جنہیں فکر و عمل کی پوری آزادی ہے، وہ اس میدان میں سب سے آگے ہیں، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک کامیاب صحافی پوری قوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہذا دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

iii. عملی تبلیغ

دعوت و تبلیغ کا تیسرا ذریعہ عمل ہے کہ داعی اپنے کردار اور عمل کو اتنا اعلیٰ اور اچھا بنائے کہ لوگ اس کے طرز زندگی کو دیکھ کر متاثر ہو جائیں اور دعوت الٰہی کو خود بخود قبول کرتے چلے جائیں۔ صحابیاتؓ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ وہ عوام کے درمیان اپنے اخلاق و عادات اور مضبوط کردار کی وجہ سے ضرب المثل ہوتی تھیں، اس لیے عصر حاضر کی داعیہ کی سب سے پہلی ذمہ داری اپنی ذات کی اصلاح ہے اور پھر اپنی شخصیت کو عوام کے سامنے نمونے کے طور پر پیش کرکے دعوت دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی جب دعوت کا آغاز کیا تو سب سے پہلے مشرکینِ مکہ کے سامنے اپنا کردار پیش کیا اور کردار ایسا تھا کہ شدید دشمن بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مبارک ذات کو امت کے لئے آئیڈیل اور قابلِ تقلید قرار دیا ہے۔ ویسے بھی ایک فطری بات ہے کہ جب سامع یہ دیکھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا بذاتِ خود اس بات پر عمل نہیں کر رہا تو ایسی صورت میں اس کے اپنے دل میں بھی وہ نصیحت زیادہ اثرانداز نہیں ہوتی۔ اسی بات کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بات نہ کریں کہ جس پر وہ خود عمل نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

کہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔[15] (اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی قابل نفرت ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔) لہذا ایک داعی یا داعیہ کو اپنا کردار سب سے پہلے عوام الناس کے سامنے بطور مثال پیش کرنا چاہیے، اس کے بعد ان کو دعوت الی اللہ کی طرف راغب کرنا چاہیے، اس بات سے اس داعی کے کلام میں تاثیر بھی زیادہ ہو گی اور سامعین پر بھی گہرا اثر پڑے گا۔

مبحثِ سوم: ایک داعی یا داعیہ کے پیش نظر رہنے والے اہداف

داعیات کو دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے مختلف اہداف کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ بنیادی طور پر امتِ مسلمہ کو دین کی تبلیغ کرنے کے علاوہ دیگر بہت سے ایسے اہداف ہیں، جو ایک داعیہ کے پیشِ نظر ہونے چاہئیں۔

1. اُمتِ مسلمہ میں اتحاد واتفاق کو پیدا کرنا ہے

اگر ایک طائرانہ نگاہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے موجودہ احوال پر ڈالی جائے تو ہمیں پتہ چلے گا کہ فلسطین سے لیکر برما اور کشمیر تک دنیا کے ہر خطہ میں مسلم قوم تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہی ہے۔ مسلمان کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے اور پھر اس پر ظلم یہ کہ کسی بھی عالمی نظام انصاف کے پلیٹ فورم سے مسلمانوں کے حق میں کوئی آواز بلند نہیں ہوتی۔ امت مسلمہ کی جان، مال، عزت و آبرو کو بالکل بھی تحفظ نہیں ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ایسی صورتحال سے مسلم امہ بذاتِ خود بہت حد تک ناواقف ہے۔ مسلمان خود مسلمانوں کے حالات سے ناآشنا ہیں جس کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کی آپس کی رنجشیں اور بے حسی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے امت مسلمہ کی باہمی محبت اور اتحاد کی مثال دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔[16] (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کے مانند ہے، جس کی ایک (اینٹ) دوسری (اینٹ) کو مضبوط کرتی ہے۔) لیکن آج امت مسلمہ اس قدر بے حس ہو چکی ہے۔ ایک داعی یا داعیہ کو دورانِ تبلیغ اس بات کی طرف بھی توجہ ملحوظ خاطر رکھنی ہے کہ وہ امت مسلمہ میں یہ جذبہ دوبارہ سے ابھار سکے۔ ان میں یہ احساس دوبارہ سے پیدا کر سکے کہ ہم مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اور ہمیں باہمی اتحاد اور محبت کی فضا کو دوبارہ سے قائم کرنا ہے۔ ایک داعیہ کا فرض ہے کہ وہ امت مسلمہ بالخصوص خواتین اسلام کو صحابیاتؓ کی مبارک زندگیوں سے متعارف کروائے تاکہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام واپس لے سکیں۔ امت کو یہ بات باور کروانا ایک داعیہ کا فرض ہے کہ ہم جب تک اپنے اسلاف بالخصوص صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے نقش قدم پر نہیں چلیں گے، ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی رہے گی۔

2. امت کو "وہن" کی بیماری سے نجات دلانی ہے

ایک داعی یا داعیہ کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ امت مسلمہ میں یقین محکم، عمل صالح، خوفِ الٰہی اور فکر آخرت کا شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی باقاعدہ دعوت دینے کی ضرورت ہے کہ امت اپنے دل ودماغ سے "وہن" کی بیماری کو یعنی دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی یا کراہت کو ختم کردے، کیونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے، موت کی ناپسندیدگی بزدلی اور غیروں کی غلامی کا سبب بنتی ہے۔جب ہم اس بیماری سے نجات پا جائیں گے تو اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔

3. امت مسلمہ میں حصولِ علم کا جذبہ پیدا کرنا ہے

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم ایک ایسی امت ہیں کہ جن کے نبی ﷺ کو استاد اور معلم بنا کر مبعوث کیا گیا لیکن اس کے باوجود آج ہماری امت تعمیر و ترقی تو ایک طرف، بنیادی دینی تعلیم سے بھی نابلد ہے۔لوگوں کو بنیادی پاکی و ناپاکی، حلال و حرام، نماز و روزے کے احکام تک بھی معلوم نہیں ہیں۔لہذا ایک داعی یا داعیہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عنوان پر پوری توجہ کے ساتھ کام کرے۔ حصولِ علم کا جذبہ لوگوں میں بیدار کرے تاکہ لوگ بالخصوص خواتین بنیادی ضروریاتِ دین کو جان لیں ،جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔[17](علم طلب کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔)لہذا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے کہ وہ حصولِ علم کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے۔یہی جذبہ ان لوگوں میں بیدار کرنا دراصل ایک داعیہ کی ذمہ داری ہے۔

4. امت سے سستی و کاہلی اور عیش پسندی کا خاتمہ کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جو قوم خود سست اور کاہل ہو جاتی ہے اور عیش پسندی میں مبتلا ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے حالات کبھی بھی ٹھیک نہیں کرتے، بلکہ انسان کو سب سے پہلے خود ہمت کرنی پڑتی ہے۔اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کچھ یوں بیان کیا ہے:لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۔[18](ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں، یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک

نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کا ٹالنا ممکن نہیں، اور ایسے لوگوں کا خود اس کے سوا کوئی رکھوالا نہیں ہو سکتا۔) امت مسلمہ کے مسائل میں سے ایک اور بڑا مسئلہ ہماری اجتماعی اور انفرادی سستی، کاہلی اور عیش پرستی بھی ہے، لہذا ایک داعی یا داعیہ کو اپنے دعوت کے اہداف میں یہ بھی شامل کرنا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو دوبارہ سے فکری و جسمانی طور پر بیدار کریں کیونکہ حد سے زیادہ جسمانی عیش و آرام بھی در حقیقت سستی و کاہلی کا سبب بن جاتے ہیں۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ بوڑھے تو بوڑھے، جوان بھی سستی و کاہلی کی بدولت جسمانی قوت و طاقت بہت حد تک کھو چکے ہیں اور لغویات نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جوانوں میں دوبارہ سے جوش و جذبہ اور ایک تحریک پیدا کی جائے اور انہیں یہ سمجھایا جائے کہ بہترین اور طاقتور جسم ہی ایک طاقتور دماغ کو پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَلَا تَعْجِزْ فَإِنْ غَلَبَكَ أَمْرٌ فَقُلْ قَدَرُ اللهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ وَإِيَّاكَ وَاللَّوْ فَإِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ۔[19] (کمزور مومن کی نسبت طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔ اور سب میں خیر موجود ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے سکتی ہے اسکی (کوشش اور) حرص کر اور عاجز نہ بن۔ اگر تجھ پر (تیری مرضی کے خلاف) کوئی چیز غالب آجائے تو کہہ: یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس نے جو چاہا کیا۔ (لفظ لَوْ) "اگر" سے بچ کیونکہ "اگر" سے شیطان کا کام شروع ہو جاتا ہے۔) فطری بات ہے کہ ایک طاقتور مومن اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو نیک کاموں کی انجام دہی، نیکیوں کے فروغ اور برائیوں کی راہ روکنے میں خرچ کرتا ہے جب کہ کمزور آدمی بہت سے ایسے کام نہیں کر سکتا جو طاقت ور آدمی انجام دے سکتا ہے۔ اس لحاظ سے طاقت ور مومن کمزور سے بہتر ہے۔ لہذا یہ ایک داعی یا داعیہ کا فرض ہے کہ وہ اس انفرادی اور اجتماعی کمزوری کا احساس کریں اور اس کی اصلاح کے لئے کوشش کریں۔

5. امت مسلمہ سے احساس کمتری کو ختم کرنا ہے

آج المیہ یہ ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ غیروں کی ٹیکنالوجی اور قوت اور طاقت دیکھ کر ان سے خائف ہو چکی ہے اور ذہنی طور پر اپنے آپ کو انہوں نے غیروں کا غلام تسلیم کر لیا ہے، ہر بات میں غیروں کی مثالیں دیتے نظر آتے ہیں اور صورتحال ایسی ہے کہ امت نے انہی کو اپنے لئے آئیڈیل تسلیم کر لیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ کیفیت صرف عوام الناس ہی کی نہیں بلکہ بڑے بڑے حکمران بھی اپنی تقریروں میں یہی فلسفہ پیش کرتے نظر آتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو امت مسلمہ کو "بہترین امت" قرار دیا

تھا۔ لہذا ایک داعی یا داعیہ کا فرض ہے کہ وہ امت مسلمہ میں پائی جانے والی اس محرومی کو دور کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان باور کروائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین امت قرار دیا ہے، لہذا تمہیں غیروں کے طریقوں پر چلنے کی بجائے دین اسلام ہی کو اپنا آئیڈیل بنانا ہے اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹنی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ‌ؕ وَلَوۡ اٰمَنَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ؕ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۔[20] (مسلمانو! تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ تو مومن ہیں، مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔) ایک داعی یا داعیہ کا فرض ہے کہ وہ امت کو باور کروائے کہ غیروں سے مرعوب ہو کر ان کی پیروی کرنے کی بجائے دین اسلام کی پیروی کرنے ہی میں ایک مسلمان کی بقا ہے۔ لہذا امت کے اندر خود اعتمادی اور دین اسلام کے ساتھ ایسی لگن پیدا کرنا کہ وہ اسلام ہی کو اپنا آئیڈیل تسلیم کریں اور اپنے جملہ معاملات میں اسی سے رہنمائی طلب کریں، یہ سب ایک داعی کی ذمہ داری ہے۔

6. جدید ٹیکنالوجی پر سے غیروں کے غلبے کو ختم کرنے کی سعی کرنا ہے

ایک داعی کا فرض ہے کہ وہ امت کو یہ نظریہ اچھی طرح سے سمجھائے کہ اسلام صرف مسجد اور مدرسے کی حد تک محدود نہیں بلکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی کرنے والا دین ہے۔ آج لادین طبقہ یہی وسوسہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ آخر اسلام نے کونسی ٹیکنالوجی متعارف کروائی ہے؟ آج کی جدید دنیا میں اسلام نے لوگوں کی بقا کے لئے کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟ یہ طبقہ لوگوں کو کفار کی طرف اس انداز میں متوجہ کرتا ہے کہ سادہ لوگ مسلمان کفار سے ذہنی و فکری طور پر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ دین اور مذہب ہے جس نے ٹیکنالوجی کی ترویج پر دراصل زور دیا ہے۔ ہم اگر اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو بڑے بڑے سائنسدان، علمِ کیمیاء کے ماہرین، ریاضی دان، حکماء اور علماء کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً امام محمد بن زکریا الرازی، ابونصر فارابی، جابر بن حیان، حکیم یحییٰ منصور، عباس بن سعید الجوہری، خالد بن عبدالملک المروزی، محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابن خلدون، ابن جوزی، ابن تیمیہ، امام جلال الدین السیوطی، احمد بن موسیٰ شاکر، ابوعباس احمد بن کثیر فرغانی، ابوجعفر محمد بن موسیٰ شاکر، حجاج بن یوسف کے کارناموں سے دنیا واقف ہے۔ دنیا نے جتنی بھی ترقی کی، اس کی بنیاد ڈالنے والے یہی مسلمان رہنما تھے، البتہ المیہ یہ ہے کہ آج کے مسلمان اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ یہی وہ

بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے آج کا مسلمان بجائے اس کے کہ وہ جدید تعلیم حاصل کرکے غیروں کے مقابلے میں اپنی خدمات دنیا کو پیش کرے، وہ اپنے ماضی کو بھلا کر غیروں سے امید لگائے بیٹھا ہے اور انہیں کو اپنا پیشوا تسلیم کر چکا ہے۔اس کے دل میں یہ جذبہ دوبارہ سے بیدار کرنا کہ اسکو دنیا کی امامت کے لئے بھیجا گیا ہے، یہ ایک داعی اور داعیہ کا فرض ہے۔

خلاصہ بحث

اگر ہم ماڈرن اور جدید ترقی یافتہ دور کی بات کریں تو وقت کے تقاضے بدلنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے معیار زندگی بھی بدل گئے ہیں، اب لوگ سوشل میڈیا کی زندگی میں رہتے ہیں لہذا داعیات کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس علمی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے جدید دور کے تقاضوں سے اچھی طرح باخبر ہوں اور ان تمام وسائل اور ذرائع کو اچھی طرح جان لیں جو اس دعوت کے میدان میں ان کے لئے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اماں عائشہ صدیقہؓ کے پاس علمی مسائل پوچھنے کے لئے آتے تھے۔ اسی طرح دیگر صحابیاتؓ نے بھی دعوتی میدان میں شاندار خدمات انجام دیں۔ عصرِ حاضر میں پاکستان کی خواتین اور بالخصوص داعیات کے لئے دعوت کے میدان میں صحابیاتؓ کی زندگی عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ دعوت کے مختلف وسائل اور ذرائع استعمال کرکے داعیات اپنی دعوت کو مؤثر بنا سکتی ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ چند مزید اہداف کا تعین کرنا بھی ضروری ہے تا کہ ایک داعیہ دعوت کے میدان میں کما حقہ نتائج حاصل کر سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 4993، دار السلام، الریاض، 1998ء

(1) al-Bukhārī, Muḥammad b. Ismā,īl, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1998), Hadīth:4993.

2 عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 2008ء، ج:5، ص:92

(2) Usmani, Muftī Muhammad Shafīe, Maārf Al- Qur'ān, (Karachi:Adarah Al-Qur'ān wal Uloom Al-Islamia,2008),V:5,P:92.

3 تھانوی، مولانا اشرف علی، دعوت و تبلیغ، ادارہ افادات اشرفیہ، لکھنؤ، انڈیا، 2010ء، ص:329

(3) Thānvī, Ashraf Ali, Dawat wa Tablīgh, (India, Lakhnao :Adarah Afadat Ashrafia,2010),P:329.

[4] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:6786

[(4)] al-Bukhārī, Muḥammad b Ismā,īl, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ, Hadīth:6786.

[5] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:03

[(5)] al-Bukhārī, Muḥammad b Ismā,īl, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ, Hadīth:03.

[6] الاصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الفکر، مصر، 1996ء، ج:1، ص:333

[(6)] Al-Asfhānī, Abu Naeem Ahmad Bin Abdullah, Huliya Al-auliyā wa Tabqāt Al-Asfiyā,(Misar: Dār Al-Fikar,1996), V:1, P:333.

[7] قاری محمد طیب، دینی دعوت کے قرآنی اصول، معارف القرآن، دیوبند، 2011ء، ص:66

[(7)] Qārī Muhammad Tayyab, Deenī Dewat ky Qur’ānī Asool,(UP India: Maārf Al-Qur’ān Diyoband,2011),P:66.

[8] المسلم، مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:785، دار السلام، الریاض، 2000ء

[(8)] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000)Hadith:785.

[9] عبد الکریم زیدان، اصول دعوۃ، الکتاب العربیہ، بیروت، 2013ء، ج:1، ص:452

[(9)] Abdul Karīm Zaidaān, Asool Al-Dah’wah, (Bairut:Al-ketab Al-Arabia,2013),V:1,P:452.

[10] تھانوی، مولانا اشرف علی، دعوت و تبلیغ، ص:183

[(10)] Ashraf Ali Thānvī,Dewat wa Tablīgh, P:183.

[11] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، رقم الحدیث:2407، مکتبۃ المعارف، الریاض، 2007ء

[(11)] Tirmazī, Muhammad Bin Eīsā, Sunan, (Alr-Riaz:Maktabah Al-Maārif,2007), Hadith No:2407.

[12] الحجرات، 06:49

[(12)] Al-hujraat, 49:6.

[13] المسلم، مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:8956

[(13)] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000) Hadith:8956.

[14] سید قطب، دعوت کا منہج کیا ہو، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2014ء، ص:283

[(14)] Syed Qutab, Dewat Ka Manhaj Kia Ho, (Lāhore: Maktabah Rahmania,2014), P:283.

[15] الصف،61:3-2

[(15)] Al-Saaf, 61:2-3.

[16] المسلم، مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:6585

[(16)] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ, Hadith:6585.

[17] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، رقم الحدیث:224، دارالسلام، الریاض،1999ء

[(17)] Ibn-e-Majah, Muhammad Bin Yazeed, Al-Sunan, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1999) Hadith:224.

[18] الرعد،13:11

[(18)] Al-raad, 13:11.

[19] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، رقم الحدیث:4168

[(19)] Ibn-e-Majah, Muhammad Bin Yazeed, Al-Sunan, Hadith:4168.

[20] آل عمران،3:110

[(20)] Al-imran, 3:110.